حاتم قادری

شمالی سندھ کا ایک فراموش شدہ شاعر

پروفیسر لطف اللہ بدوی

محمد حاتم قادری مرتب بیاض حاتم، سندھ کے ان نامور شعراء میں سے ہیں جنہوں نے انیسویں صدی عیسوی میں اپنی نغمہ نوازی سے بلند رتبہ حاصل کر لیا تھا۔ اگرچہ اسکی زندگی کے کوائف آج تفصیل کے ساتھ دستیاب نہیں ہو سکے۔ لیکن بیاض حاتم سے ان کے حالات کلی طور پر نہیں تو جزوی طور پر معلوم ہو سکتے ہیں۔ بیاض حاتم کا جو قلمی نسخہ میرے سامنے ہے اس کے خاتمہ پر مندرجہ ذیل تحریر موجود ہے۔

تمت الکتاب بعون ملک الوہاب بید اضعف الناس، امیدوار فضل وکرم ایزد غفار، حقیر پر تقصیر عاصی والخاطی فقیر خان محمد پیرزادہ سکنہ شہر گڈ بجی واقعہ تاریخ غرہ ربیع الثانی ۱۲۷۹ھ روز پنجشنبہ بوقت چاشت تحریر یافت۔

ندارم ہیچ گونہ نیک ترلہ   بجز لاتقنطوا من رحمۃ اللہ

اس بیاض کے ابتدائی صفحوں پر ناقل نے اپنے اشعار کا اچھا خاصہ انداز نقل کیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ طبع موزوں رکھتا تھا۔ اور فارسی شاعری میں اچھی دستگاہ کا مالک تھا۔ اسکی تصنیف سے چند اشعار یہاں نقل کئے جاتے ہیں تاکہ اسکی زور طبیعت کا اندازہ ہو سکے۔

قدم برسر خاکم بزیارت بگذار   تا ز خواب عدم آغوش کشا برخیزم ۱
بریں آورد ما را یاد ردیت   کہ بوسہ بر گل بستاں تواں داد
رسیدہ اند بسر چشمی رضا جمعے   کہ آب تلخ بجائے گلاب می نوشند

آخری شعر میں شاعر نے جو تسلیم اور رضا کی تعلیم دی ہے وہ اتنی سادہ اور موثر ہے جسکی تعریف نہیں ہو سکتی۔ اس مختصر انتخاب سے ہم اس نتیجے پر پہنچ سکتے ہیں کہ خان محمد گو ایک پرگو شاعر تھا شاید اس کا دیوان بھی ہو۔ لیکن مرور ایام نے اسکی جگر کاوی کا اثر معدوم کر دیا۔ زمانہ کی بے مروتی اور بے رخی کا اس سے زیادہ کارنامہ اور کیا ہو سکتا ہے۔ فاعتبروا یا اولی الابصار!

مصنف بیاض حاتم کی ولادت کا سال اگرچہ معلوم نہ ہو سکا۔ لیکن از روئے قیاس معلوم ہوتا ہے کہ وہ کلہوڑوں کے دور حکومت کی پیداوار تھا۔ اور اسکے آخری پرآشوب حصہ کو اس نے دیکھا ہوگا۔ اس ہی کی تصنیف سے ایک قصیدہ میر سہراب خاں ٹالپور کی تعریف میں موجود ہے جس سے یہ فیصلہ ہو سکتا ہے کہ وہ میر موصوف کا ہمعصر تھا۔ تاریخ کی یہ حقیقت ہے کہ جب میر فتح علی خاں ٹالپور نے سال ۱۷۸۰ء میں ہالانی کی جنگ میں کلہوڑوں کے آخری تاجدار میاں عبدالنبی کو شکست دے کر اس خاندان کے اقتدار کی بساط الٹ دی اور سندھ کی حکومت پر قبضہ حاصل کر لیا۔ تو میاں عبدالنبی کے فرار کے بعد مستقبل کی دور اندیشی کو مدنظر رکھ کر اس نے بڑی فیاضی اور دریا دلی سے مفتوحہ ملک کو تین حصوں میں منقسم کر کے اپنے عزیزوں میں بانٹ دیئے اس تقسیم کی رو سے شمالی سندھ کا علاقہ میر سہراب خاں کے حصہ میں آیا۔ میر صاحب نے اپنے حصہ پر قابض ہو کر کوٹ ڈیجی کو سہراب پور کا نام دے کر اپنی قلمرو کا صدر مقام بنایا۔ قرائن سے معلوم ہوتا ہے کہ محمد حاتم اس زمانہ میں میر سہراب خاں کے ہاں پہنچ گیا تھا اور ملازمت میں منسلک ہو گیا تھا۔

چونکہ حاتم شمالی سندھ کا رہنے والا تھا اس لئے اس نے خیرپور کی دربار کو اپنا ملجا اور ماوی بنایا۔ ورنہ حیدرآباد میں جو اس وقت ٹالپوروں کی مجموعی طاقت کا مستقر تھا۔ اور جہاں ملک کے گوشہ گوشہ سے ادبا اور شعراء آکر جمع ہو گئے تھے حاتم کو بھی اچھا خاصہ مقام حاصل ہو جاتا لیکن وہ کوٹ ڈیجی کی دربار میں رہ پڑا۔ اور بقیہ زندگی اپنے فیاض آقا کی خدمت میں گزاردی حاتم کے اصلی وطن کی کوئی اطلاع نہیں لیکن قیاساً معلوم ہوتا ہے کہ وہ رانی پور یا اس کی اردگرد کا رہنے والا تھا۔ لیکن کوٹ ڈیجی میں اس کے اٹھ آنے کے بعد ہم یہ وثوق سے کہہ سکتے ہیں کہ اس نے کوٹ ڈیجی ہی کو مستقبل میں اپنا وطن بنایا اور وہیں داعی اجل کو لبیک کہا۔

خان محمد کی دوسری تحریر سے جو بیاض حاتم میں موجود ہے معلوم ہوتا ہے کہ اس نے بیاض

حاتم کو مرتب کی وفات کے بعد ہی نقل کیا ہوگا۔ اس سے تصدیق ہوتی ہے کہ وہ سال ۱۲۷۹ء میں زندہ نہ تھے۔ حاتم کے اکثر قصائد میر سہراب خان کے علاوہ میر موصوف کے فرزند میر مبارک خان کی تعریف میں نظر آتے ہیں۔ گویا شہزادہ صحیح معنی میں شاعر کا سرپرست اور ممدوح تھا۔ میر مبارک نے ۱۲۵۴ھ مطابق ۱۸۳۸ء میں وفات پائی۔ بیاض حاتم میں میر مبارک کی جاں گداز اور بے وقت موت پر نہ کوئی مرثیہ نظر آتا ہے نہ نظم۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حاتم ۱۲۵۴ھ میں بھی زندہ تھا، ورنہ اپنے ممدوح کی موت پر ضرور مرثیہ لکھتا۔ حالانکہ بیاض حاتم میں مراثی کا باب اپنی جگہ پر موجود ہے اور اس باب میں میر سہراب کی موت کی وہ مشہور تاریخ موجود ہے جس کو خان بہادر خداداد خان نے اپنی تصنیف 'خیرپور نامہ' میں نقل کیا ہے۔

ز بام فلک شد فرود آفتاب سنی مدولی میر سہراب بود

۱۲۴۶ھ

اس موازنہ سے یہ نتیجہ اخذ ہوسکتا ہے کہ شاعر میر سہراب خان کی وفات سے اور میر مبارک کی وفات سے قبل رحلت کر گیا ہو۔ واللہ اعلم بالصواب۔ بہرحال اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ حاتم کی زندگی میر صاحبان کی آغوش شفقت میں بسر ہوئی۔ آپ قادری طریقہ میں بیعت تھے۔ ہوسکتا ہے کہ آپ رانی پور کے خانوادہ قادریہ میں بیعت ہوں۔ اس وقت حضرت احمد شاہ اول گیلانی زندہ تھے، جو بغداد سے ہجرت کرکے رانی پور میں آکر مقیم ہوئے تھے۔ آپ کے فیوض کا شہرہ اس وقت دور دور تک پہنچ گیا تھا۔ اس فرد ہی فیض کے چشمہ سے حساس شاعر ضرور متاثر ہوا ہوگا۔

بیاض حاتمی - اس وقت تک سندھ میں فارسی شاعری کی تین بیاض مشہور ہیں۔ (۱) محک کمال۔ مرتب محسن ٹھٹوی (۲) محک خسروی۔ مرتب محمد بقا۔ (۳) بیاض علوی۔ مرتب جناب عبداللہ صاحب فرزند حضرت فقیر اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ۔ اب ان میں بیاض حاتمی بھی شامل کیا جاتا ہے۔

'بیاض حاتمی' میں مرتب نے اور شعراء کے ساتھ ساتھ اپنے کلام کو بھی شامل کیا ہے۔ محک کمال کی طرح ہر انتخاب کے بعد اپنے کلام کو پیش کیا ہے۔ ممکن ہے کہ حاتم کا دیوان بھی ہو لیکن اب اس کا نشان نہیں ملتا۔

چونکہ بیاض حاتمی میں اس کا کلام شعر کے ہر صنف میں موجود ہے۔ اس لئے دیوان کی غیر موجودگی میں بھی اس کے کلام پر اچھا خاصہ تبصرہ ہوسکتا ہے۔ اس بیاض میں جہاں سندھ کے سخنوروں کا فارسی کلام موجود ہے وہاں ایران کے مشہور اساتذہ حافظ، جامی، صائب اور بیدل دہلوی کے کلام کا انتخاب موجود ہے۔

بیاض کی ابتدا مداح ٹھٹوی اور ثابت علی شاہ کے قصیدوں سے ہوتی ہے۔ جو حمد میں اپنی جگہ پر غیر فانی ہیں میں ان دونوں قصیدوں سے انتخاب پیش کر رہا ہوں۔

قصیدہ فی التوحید

مداح

اے قطرہ زنی بادہ ذات گریہ مینا — اے جرعہ کش میکدہ ات نشہ صہبا
دل سوختہ از خرمن برق غمت کوہ — دیوانۂ داماں بیابان تو صحرا
تو در غم دیدار رخت دیدۂ گرداب — از زلف مسلسل ہمہ را سلسلہ برپا
دیوانۂ خود ساختہ ای غالیہ مویاں — خشک از سخن کہنہ کمالات لب دریا
گر از دہن غنچہ شنایت نکند گل — انعمے نشود رائحہ عطر ہویدا
کے لالہ فرو لد رخ خود ما بر یاسمین — گر داغ نگیرد ز سجود تو بہ سیما
عکس جمال تو چہ معشوق وچہ عاشق — آئینہ روئی تو چہ یوسف وچہ زلیخا
یک ذرۂ خورشید جلالت دل مجنوں — یک شعشہ انوار جمالت رخ لیلیٰ

مداح ز توحید تو تا چند نویسد

یا من ہو بالحمد علی الکل تعالیٰ

قصیدہ دیگر فی التوحید

ثابت علی شاہ

اے جلوۂ دیدار تو در صورت معنیٰ — حیرت زدۂ حسن تو آئینہ دلہا
یک فرد ز دیوان جمالت مہ خورشید — یک بیت کتاب کرمت دنیا و عقبیٰ

۱؎ مولوی مداح ٹھٹہ کے مشہور اور باکمال شاعر محمد محسن کا فرزند تھا۔ باپ کی طرح شعر و سخن میں بڑا کمال حاصل کیا۔ میاں سرفراز کلہوڑہ فرمانروائے سندھ آپ کے شاگردوں میں شمار ہوتا ہے۔ آپ کا کلام بڑا شیریں اور متین ہے۔

۲؎ ثابت علی شاہ ملتانی، کرم علی خاں تالپور کا ہمعصر اور درباری شاعر تھا۔

در وصف تو شد تختهٔ سرمشق تحیر　　بر لوح و قلم خشک شد الف آسا
آتش زده تا تاب جلالت بدل کوه　　از چشم روان ساخته صد چشمه و صحرا
تا پیش محیط کرمت قطرهٔ ہیچ است　　مستغرق گرداب تحیر شده دریا
از نور تو منظور نظر نیست بکونین　　آن را که بود دیدهٔ بدیدار تو بینا
از نور جمال تو که مظہر ذات است　　یک جلوه فگن بر دل این واله و شیدا
در بزم شہود از مئی وحدت قدحم بخش　　تا وارہم از ہستی بیہودہ و بے جا

ثابت ز خیالات تو مستغرق حیرت
لاشک فی العین ولا غیرک فیہا

یہ مشہور روایت ہے کہ ثابت علی نوجوانی میں اپنے وطن مالوف ملتان سے ہجرت کرکے ٹھٹہ میں آئے تو غلام علی مداح کے درس میں شامل ہوگئے تھے۔ یہاں اسکی واقفیت شہزادہ سرفراز عباسی سے ہوئی تھی۔ دونوں نے شعر و شاعری کی تربیت مداح سے حاصل کی مندرجہ بالا قصیدہ میں بڑی حد تک مماثلت نظر آرہی ہے، اس کا سبب استاد کی ندرِ طبیعت کا شاگرد پر اثر ہے

نعت کے عنوان کے تحت، جامع بیاض نے مختلف شعراء کی رباعیوں کو یکجا کیا ہے ان میں ایک رباعی سندھ کے نامور تاجدار شاہ حسن ارغون کے نام سے موجود ہے جس کا تخلص سپاہی تھا۔ شاہ حسن حاکم ہونے کے ساتھ بڑا عالم اور شاعر بھی تھا۔ صاحب تحفتہ الکرام آپ کے ذوقِ گوئی کا ذکر اس طرح کرتے ہیں۔[۱]

گاہ گاہے شعر می گفت و سپاہی تخلص می نمود

ارباب ذوق کے مطالعہ کے لئے یہ رباعی یہاں نقل کی جاتی ہے۔

رباعی سپاہی

خورشید محمد که خود نور خداست　　بر نور که ہست پیش این نور فناست
گر سایہ نداشت نور پاکش چہ عجب　　بے سایۂ نور بعالم پیداست

۱۔ میر علی شیر قانع۔ تحفتہ الکرام۔ حصہ سوم۔ ص ۷۵ (مطبع ناصری)

اس قبیل میں اوحدی کرمانی کی رباعی دیکھنے کی چیز ہے۔

پیغمبر ما کہ حق ما یۂ اوست معراج نشاں کمترین پایۂ اوست
کہ سایہ نداشت نور پاکش امروز فردا کہ ہست ہر کہ در سایۂ اوست

بیاض حاتمی، میں جو چیز اسے دوسری بیاضوں سے امتیاز دیتی ہے، وہ ہے مضامین کی ترتیب حاتم نے اپنے بیاض کی ترتیب ابوتمام طائی کی مشہور تصنیف حماسہ کی طرح قائم رکھی ہے جدا جدا مضامین کے تحت اس نے علیحدہ علیحدہ شعراء کے کلام سے انتخاب جمع کیا ہے۔ مثلاً محبوب کی نزاکت، توصیف ممدوح، شعر کی تعریف، زمستان، تابستان، بہار، انگشتری، ہولی وغیرہ، اس سے مرتب کی کاوش تحقیق اور ذوق مطالعہ کا اندازہ ہو سکتا ہے۔ اس مختصر مضمون میں یہ تو مشکل ہے کہ بیاض حاتمی کا سیر حاصل انتخاب پیش کر سکوں، لیکن چند منتخب مضامین کو پیش کر سکوں گا۔

احمد یار خاں یکتا، ٹھٹہ کے مغلیہ نوابوں میں سے تھا۔ وہ خوشاب (پنجاب) کے برلاس قوم کے ایک سردار اللہ یار خاں کا فرزند تھا۔ سردار موصوف جہانگیر اور شاہ جہاں کے عہد میں چالیس سال تک غزنی کا فوجدار رہا۔ احمد یار خاں سال ۱۱۱۶ھ میں سندھ کا نواب مقرر ہو کر آیا۔ آپ کی حکومت کے زمانہ میں یعنی سال ۱۱۱۸ھ مطابق ۱۷۰۷ء میں اورنگ زیب عالمگیر وفات پائی۔ اور شہزادہ معظم بہادر شاہ کے لقب سے تخت نشین ہوا۔ یکتا تین سال تک ٹھٹہ میں مقیم رہا۔ صاحب تحفتہ الکرام کی روایت کے مطابق پل عالی جان اور قلعۂ ارک کا مشرقی دروازہ، اسکے یادگار تھے!

یکتا کو شعر و شاعری کا خاص ذوق تھا۔ روایت ہے کہ لاہور میں اس کا ایک ہمعصر شاعر محمد عاقل رہتا تھا جس کا تخلص بھی یکتا ہی تھا۔ محمد عاقل نے احمد یار خاں کو کہلا بھیجا کہ تخلص سے اس کے قائدہ میں دستبردار ہو جائے۔ لیکن احمد یار خاں نے اسکو ایک طرحی غزل میں مقابلہ کی دعوت دی کہ جس کی غزل بہتر ثابت ہوئی اس کو اس تخلص کا حق حاصل ہوگا۔

دونوں نے غزلیں لکھیں اور اساتذۂ فن کے سامنے پڑھی گئیں۔ احمد یار خاں کی غزل بھاری ثابت ہوئی۔ اور اساتذۂ فن کے فیصلہ کے مطابق یکتا تخلص کا مستحق احمد یار خاں کو ہی سمجھا گیا۔ کسی شاعر نے یہ شعر اس موقعہ پر کہا تھا۔

مبرین معنی گواہیم آفریں ما کہ احمد یار خاں یکتا ست یکتا

یکتا کا کلام چند اشعار کی صورت میں ماثر الکرام میں موجود ہیں، لیکن باقی گمنامی کے پردہ مدفون ہے لیکن ہم بیاض حاتم کے مرہون احسان ہیں کہ اسکے مصنف نے یکتا کی دو طویل نظمیں سرما اور گرما کے متعلق اس میں نقل کی ہیں۔ ان کے علاوہ یکتا کا منتشر کلام بھی بیاض حاتمی میں موجود۔ تاریخی نکتہ نگاہ سے یہ نظمیں بڑی اہمیت رکھتی ہیں۔ میں یہاں ان دونوں نظموں سے انتخ پیش کر رہا ہوں۔

نواب احمد یار خاں یکتا

کیفیت سرما

بسکہ افسردہ شد از شدت سرما عالم	ہر سو ہچ ہوا ریخت صد برگ انیچے ہم
شعلہ می لرزد اگر دیدہ کبود اندامش	بسکہ از ظلمتہ سرسر شدہ پامال ستم
بستہ آتش بدل اخگر سوزندہ چناں	کہ چوں یاقوت تواں کرد نگیں در خاتم
زرد بے نور شد از شدت دی شعلہ شمع	چوں مریضے کہ بکاہش شدہ ہم خواب عدم
از فلک تا بزمیں جرم ہوا بستہ چناں	کہ اگر نالہ کشد از دل غمدیدہ الم
نیم گام نشہ تابندہ و نا رفتہ از راہ	اشک پر کردہ پر چہرہ چکد چوں شبنم
نفس سرد سحاب است کہ از باد بہار	منجمد گشت فرو ریخت بروئے عالم
در چنیں فصل انیس اند بہم آہو شیر	حملہ از شیر فرو رفت از آہو رم
ہیچکس را خبر نیست ز احوال کسے	یک جہاں شہر خموشاں شدہ بزم عالم
تا کجا شرح دہم قصۂ تشویش شتا	نیست در فکر بجز درد و غم، رنج و الم

رفتن از خویش بہ سر جلوہ نشاید یکتا
گرمی و سردی، آتشکدۂ باغ ارم

کیفیت گرما

از بسکہ سوخت شکوۂ گرما دل و دماغ	گشتہ دہاں چراغ زباں شعلۂ چراغ
ہر کس بہ عزم سیر چمن سر بروں کشد	از صحن خانہ تا بجہنم برد سراغ
نخل و شگوفہ گشت ہمہ ارغوان و سرخ	گوئی زیادہ عرق شعلہ زد ایاغ

همه شاخ در گرفته آتش فتیله‌ای — هر برگ نخل سوخته چون لاله داغ داغ
صحرا ز ریگ تفته شرر زار آتش است — سطح هوا ز دود سیه گلخنی کداغ
طوطی ز بسکه سوخت درین فصل بے بہار — بگذاشت نغمہ خود آموخت کاغ کاغ
از آتشِ ہوا ہمہ پروانہ در گرفت — خود باغ سوختنی شد بے منتِ چراغ

خوناب دل چو شعلہ آتش دویدنی
تا از گداز مغز شود دیدہ تر دماغ

یکتا کی اس منظر نگاری کو، اگر یکتا کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔

ہولی ہندوؤں کی ایک مشہور تقریب ہے، جو آغاز بہار میں منعقد کی جاتی ہے۔ قدیم ایرانیوں میں جس طرح سال کا آغاز نوروز کے جشن سے ہوتا ہے اسی طرح ہندوؤں میں بھی سال کا آغاز ہولی کی تقریب سے ہوتا ہے حاتم نے اس عنوان کے تحت محسن اور مداح کے اشعار کو جمع کیا ہے اور دستور کے مطابق آخر میں اپنے شعر کو تحریر کیا ہے۔

محسن ٹھٹوی

چہ عشرت گر رسد موسم ہولی ہم آغوشے — لبنتی جامہ پوشے بادہ نوشے جعد بر دوشے
ز ہوشم برد عنا دلربائے شوخ ہمشنگے — ز خط چاہ آبرو با کمندے تیغ بر دوشے
عبیر آلود زلف عنبرینش — سیہ مارے ز گرد آشفتہ حالی
نگارست ہولی باز رنگی — کہ ریزد خون دلہا بے ملالی
بہ پچکاری مگر رنگ رخم برد — کہ از دوے میبرد ہر رنگ آلی
ز ہولی بازیش اے کاش محسن — نصیب من شدی مشت گلالی

مداح فرزند محسن

دلم خون کرد شوخ نازنینے تیغ بر دوشی — گلابی چہرہ ہندی شہسوار نکہت پوشی

حاتم

شہید سرخروئی بزم سربازی تواں شد — کہ طوق گردن تسلیم سازم رنگ ہولی را

مشک کے عنوان کے تحت مندرجہ ذیل اشعار کو جمع کیا ہے۔

رباعی از احمد یار یکتا

انگشت طبقے بہادہ کہ این روئے من است   از مشک خط کشیدکہ این موئے من است
صد نافہ بباد داد کہ این بوئے من است   آتش بجہان درزدہ کہ این خوئے من است

ھونکہ خان میر منشی نواب شاہ درانی

سخن شخص معرف شخص   مشک بہاد خبر دہد ہمہ حال

حاتم

گرنہ مشک ست از چہ معنی شد سر زلفین یار
مشک بیز و مشک بوئی و مشک رنگ و مشکبار

بیاض حاتم میں ہندستہ کے ایک اور مغلیہ نواب مرزا رستم بن سلطان حسین (جو ایران اسمعیل صفوی کی اولاد میں سے تھا۔) کا کلام بھی موجود ہے نواب موصوف جہانگیر کے دور حکومت میں آیا۔ بعد میں جہانگیر کی ناراضگی کے باعث اس عہدہ سے معزول کر دیا گیا۔ مرزا اس دور کے بہترین شعراء میں شمار ہوتا تھا۔ صاحب تحفتہ الکرام آپ کا ذکر اس طرح کرتے ہیں:

شعر برجستہ می گفت و فدا تخلص می کرد

بیاض حاتم میں آپ کا کلام افراط تفریط سے موجود ہے ایک غزل یہاں بطور نمونہ کی جاتی ہے تاکہ اس کے استادانہ کلام کا اندازہ ہو سکے۔

غزل

دل گشت پارہ پارہ و ہر پارۂ کباب   شد اشک قطرہ قطرہ ہر قطرۂ خراب
زان پارہ پارہ پارۂ یاقوت منفعل   زان قطرہ قطرہ قطرۂ صد انہ گشت آب
لعل تو چشمہ چشمہ ہر چشمہ کوثر است   زلف تو حلقہ حلقہ و ہر حلقۂ سحاب
زان چشمہ چشمہ چشمۂ حیوان شرمسار   زان حلقہ حلقہ حلقۂ موئی بود خراب
دل گشت رخنہ رخنہ و ہر رخنہ خار غم   خداآہ شعلہ شعلۂ پر سوز چون شہاب
زین رخنہ رخنہ رخنہ بنہد فدا فتاد
زان شعلہ شعلہ شعلۂ جگر و دل کباب

ان شعرائے کرام کے علاوہ، جن کا ذکر مجمل طور پر آچکا ہے، بیاضِ حاتم میں نواب ولی محمد خاں لغاری، وفا لکھوی اور کشن چند بیکس کا کلام بھی کافی انداز میں موجود ہے۔ نواب ولی محمد خاں لغاری حیدرآباد کے ٹالپر حاکموں کا وزیر اور معتمد مشیر تھا۔ آپ سندھ کے شعراء میں بلند رتبہ رکھتے تھے آپ کے کلام میں ایک مثنوی ہیر ورانجھہ، اور دیوان بطور یادگار شمار ہوتے ہیں آپ کے کلام سے مختصر انتخاب پیش کیا جاتا ہے۔

آں شوخ کے شود بمن ہیر ہمکنار	یک سو غرور حسن دگر سو حوانیش
آں ماو اشب است ہم آغوش باوی	غیر از نثار جاں، چہ کند میہمانیش
ناگہاں از خانۂ غاری لوشاں گذشت	درکنارم بے خبر افتاد غلطیدن گرفت

سید وفا لکھی (تعلقہ سکھر) کے رہنے والے تھے۔ اور شاہ فقیر اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے ارادتمندوں میں سے تھے۔ اور شعر و شاعری کا پاکیزہ ذوق رکھتے تھے، ماہ رمضان کے عنوان کے تحت بیاضِ حاتمی میں آپ کی نظم موجود ہے۔

یار ما سیر دیدہ زود برفت	دیر نہ نشست نازنیں میہماں
الوداع اے زمانۂ طاعت	مجلسِ ذکر و محفل قرآں
بلبلے زار زار می نالید	در بہار از فراق وقت خزاں
گفتمش غم مخور کہ باز آید	روزِ نو روز، لالہ و ریحاں
گفت ترسم بقا وفا نکند	ورنہ ہر سال گل دہد بستاں

کشن چند بیکس، میر سہراب خاں کے دور حکومت میں میر منشی کے عہدہ پر فائز تھا۔ فارسی شاعری میں اچھا پایہ رکھتا تھا شاعری کی توصیف میں اسکی ایک نظم بیاضِ حاتم میں محفوظ ہے۔

زبان تیز تر چوں شاعری نیست	فنونِ شعر غیر از ساحری نیست
دل شاعر بر وجہ آسمان است	بہ شہبازان قدسی آشیان است
سرش چوں بر سر زانو کند جا	دلش چوں بر سر فکرت نہد پا
ازاں زانو وزاں سر تو چہ پرسی	کہ میدارد نشاں از لوح و کرسی
بساط آسماں را می کند طے	بسوئے عالمے بالا برد پے

ملک در گوشش بانشس باز گوید | چو باز آید بہر جا باز گوید
بقول مصطفیٰ شاعر برآرد | ہر آں گوہر کہ گنج عرش دارد
سخن وحی است ما عرشی برانیم | سخن سحر است ما سحر آفرانیم

چہ بیکس سحر اعجاز مسیحاست
حیات ما ز گفتار فصیح است

بیکسؔ کے تغزل کا یہ رنگ ہے۔

باشوخ صنوبر قد رعنا چہ کنم
با غمزۂ نازکش من آیا چہ کنم
غوغا باشد با دیدن رخ آخر
از خوف ستم باغم غوغا چہ کنم

اس میں کوئی شک نہیں کہ بیاض حاتم، انیسویں صدی عیسوی کی ایک قابل قدر تصنیف ہے جس میں اس دور کے چند فراموش شعرا اپنے خدوخال سے سامنے نظر آجاتے ہیں۔

گاہ گاہے باز خواں ایں داستان پارینہ را

کچکول نامہ
فارسی نظم

تالیف مخدوم ابوالحسن واہری نقشبندی (متوفی ۱۱۸۱ھ)

بہ تحقیق و تحشیہ مولانا غلام مصطفیٰ قاسمی

حضرت مخدوم ابوالحسن نے اس رسالے میں مسائل کلامیہ اور مصطلحات نقشبندیہ کو بڑے دلکش انداز میں فارسی نظم میں بیان کیا ہے اس میں تصوف کے تقریباً تمام بنیادی مسائل کا ذکر ہے۔

قیمت ۔ ایک روپیہ